فدیہ کے احکام

روزے اور نماز کے فدیہ سے متعلق اہم مباحث ومسائل

تالیف

نبیرۂ صدرالشریعہ

مفتی فیضان المصطفیٰ قادری

ناشر

مکتبہ رضائے مصطفیٰ دہلی

نماز اور روزے کے فدیہ سے متعلق مباحث و مسائل

تالیف

نبیرۂ صدر الشریعہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری

ناشر

مکتبہ رضائے مصطفیٰ دھلی

انتساب

اپنی اہلیہ کے نام

جو ہمیشہ فقیر کے علمی مصروفیات کا لحاظ رکھتی ہیں، اور خدمت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتیں،
اللہ تعالیٰ دین پر استقامت کے ساتھ انھیں سلامت رکھے۔
اور اِس کا ثواب ان کے والد گرامی میرے پھوپھا میاں محبوب العلماء
حضرت علامہ غلام ربانی فائق القادری علیہ الرحمہ کی روح کو پہنچائے۔ آمین

فیضان المصطفیٰ قادری

شب مبارک ۲۷ ر رمضان ۱۴۴۲ھ

فہرست مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزے کے فدیہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب تحریر کرتے ہوئے اس رسالہ کی ترتیب کا مزاج بنا، کتب فقہ میں اس کی بہت کچھ تفصیلات درج ہیں، جن میں ایسے دقائق بھی ہیں کہ اگر توجہ نہ رہے تو مختلف واجبات کے فدیوں کے احکام میں خلط ملط کردینے کا اندیشہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے ان تفصیلات کو یکجا کرنا مناسب لگا، تاکہ طالبین اور شائقین کے لیے اس موضوع پر ضروری مواد جمع ہوجائے۔

مالی ذمہ داریاں جو بندوں پر آتی ہیں وہ ایک جیسی نہیں ہوتیں، بہت سارے اسباب وعلل اور حقائق ودقائق کی بنا پر ان کے مابین بہت کچھ فرق ہوتا ہے۔ ماہِ رمضان میں فدیہ کے متعلق لوگوں کی طرف سے کثرت سے سوالات آتے ہیں، اس لیے مناسب سمجھا کہ فدیہ کے احکام کو آسان پیرایہ میں جمع کردیا جائے۔ لہٰذا اگلے صفحات میں فدیہ کے تفصیلی احکام سوال وجواب کی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں، تاکہ لوگوں کو ان کے سوالات کے جوابات مل جائیں اور اس کے مطابق عمل کرسکیں۔

ان احکام سے قبل کچھ اصولی مباحث پیش کرنا یوں مناسب لگا کہ ان مباحث میں ناقدین کی تشفی اور متلاشیانِ حق کی تسکین خاطر کے لیے حسب ضرورت تفصیل پیش کی گئی ہے۔

الفقیر الی ربہ الغنی

فیضان المصطفیٰ قادری غفرلہ

۲۶/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العٰلمين والصلاة والسلام على سيدالانبياء والمرسلين وعلیٰ آله وصحبه أجمعين

تعارف

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کچھ حقوق فرض کیے ہیں، جن کی دو قسمیں ہیں: حقوق اللہ، حقوق العباد۔ اگر یہ حقوق وقت پر ادا ہو جائیں تو بندہ ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور صاحب حق کی خوشنودی حاصل کرلیتا ہے۔ اور اگر ان کی ادائیگی میں کوتاہی کر بیٹھے تو اسے ثواب سے محرومی کے ساتھ صاحب حق کی ناراضگی کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ ناراضگی کس درجے پر ہوتی ہے اس کا مدار اس پر ہے کہ وہ حق کتنا موکد ہے۔ پھر کچھ حقوق ایسے ہیں کہ ان میں کوتاہی ہو جائے تو تلافی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ صاحب حق سے معافی کا طلب گار ہو، جیسے حق اللہ میں تقصیر ہوئی تو اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے، مثلاً جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائی تو اب صدق دل سے بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرنی ہوگی۔ اور حق العباد میں کوتاہی ہوئی مثلاً کسی بندے کی غیبت کردی یا اس پر ظلم کیا تو اس بندے سے معافی مانگے۔ پھر بعض حقوق میں کوتاہی کی تلافی محض توبہ اور معافی سے ہو جاتی ہے جیسے یمین غموس (جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا)، اور بعض میں اس وقت تلافی ہوتی ہے جب اس کا کفارہ ادا کردیا جائے جیسے یمین منعقدہ (یعنی کچھ کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھائے اور قسم کے خلاف کرے)۔

اللہ تعالیٰ نے جو عبادتیں فرض کی ہیں وہ اگر چھوٹ جائیں خواہ عمداً یا خطاً تو ان کی تلافی

کے لیے ان کی قضا کرنی ہوتی ہے، مثلاً: نماز، روزہ، زکاۃ، حج وغیرہ، اس لیے کہ جب یہ فرائض ذمہ میں آ گئے تو ادائیگی سے ہی عہدہ برآ ہو سکتا ہے، وقت پر نہ ہو سکے تو بعد میں قضا کرنا ہوگا۔ لیکن کچھ عبادات وہ ہیں کہ چھوٹ گئیں اور ان کے قضا کی کوئی صورت نہیں تو ان کا فدیہ ادا کرنا ہوگا، جیسے اسی نماز روزہ اور دیگر واجبات میں تقصیر کی خاص صورتیں۔

فدیہ ادا کرنے کے معاملے میں ان تمام واجبات میں روزہ اصل ہے، اس لیے کہ جو شخص روزہ رکھنے سے بالکل عاجز ہو چکا مثلاً شیخ فانی' تو اس کے لیے فدیہ کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے۔ ائمہ کرام نے روزہ کے فدیہ پر ہی قیاس' یا دلالۃ النص کے ذریعہ دیگر واجبات میں بھی فدیہ ثابت کیا ہے، مثلاً نمازیں رہ گئیں اور پوری عمر قضا نہ کر سکا، اب وقتِ موت قضا کی کوئی صورت نہ رہی تو فدیہ کی وصیت کر جائے۔ اسی طرح زکاۃ و صدقۂ فطر و اعتکافِ واجب وغیرہ میں۔ لیکن روزہ اور دیگر واجبات کے فدیہ میں جوہری فرق یہ ہے کہ روزہ کا فدیہ منصوص ہے اور دیگر کا فدیہ غیر منصوص ہے، اول میں فدیہ کا روزے کا بدل بن جانا یقینی ہے اور دیگر میں فدیہ کا اس واجب کا بدل بن جانا ظنی ہے۔ کچھ صورتوں میں فدیہ ادا کرنا بالکل کافی نہیں، مثلاً نماز کا فدیہ بندہ اپنی زندگی میں ہی ادا کر دے یہ فدیہ کافی نہیں ہو سکتا، اس کی تفصیلات آئندہ صفحات میں آ رہی ہیں۔

چوں کہ فدیہ کے جواز سے متعلق لوگ طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس کی ادائیگی میں ایسی غلطیوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ اگر درست طریقہ معلوم ہو تو لوگ ان غلطیوں سے بچ جائیں، اس لیے فدیہ کے متعلق کچھ اصولی مباحث' پھر اس کے تفصیلی احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فدیہ کا معنی:

فدیہ وہ چیز ہے جسے دے کر کسی کو بچالیا جائے یا جس مال کے ذریعہ کسی کوتاہی کی تلافی کی جائے۔

تاج العروس میں ہے:

فدي: فداه بنفسه يفديه فداء ككساء وفِدىً بالكسر. وافتدى به ومنه بكذا: استنقذه بمال. یعنی اسے مال کے بدلے چھڑایا۔

وفديناه بذبح أي جعلنا الذبح فداءً له وخلّصنا به من الذبح. یعنی مذبوح جانور کو اس کا فدیہ بنادیا اور اس کے ذریعہ اس کو ذبح ہونے سے بچالیا۔

والفداء ككساء والفدية كفتية ذلک المُعطیٰ. فداء اور فدیہ وہ چیز ہے جو کسی کے بچاؤ کے طور پر دی جائے۔

وقال الراغب: ما يقي الانسان به نفسه من مال يبذله في عبادة يُقصّر فيها يقال له فدية ككفارة اليمين وكفارة الصوم ومنه قوله تعالیٰ ففدية من صيام او صدقة او نسک، وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين.

(ملتقطاً تاج العروس فدي: یعنی وہ مال جو خرچ کر کے انسان اپنے کو بچاتا ہے جب کسی عبادت میں کوتاہی ہو جاتی ہے اسے فدیہ کہتے ہیں جیسے کفارۂ یمین و کفارۂ صوم، اسی معنی میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو فدیہ دینا ہے روزہ یا صدقہ یا دم۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: جو لوگ روزے نہیں رکھ سکتے ان پر فدیہ ہے مسکین کا کھانا۔

روزے کا فدیہ منصوص ہے:

قرآن مجید میں ہے:

يـا اَيُّهـا الَّـذِيْـنَ آمَنُوا كُتِب عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَما كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ، أيَّاماً مَّعْدُودَاتٍ، فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَـرِيْـضـاً اَوْ عَـلـٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ، وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِـدْيَةٌ طَـعَـامُ مِسْـكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ . (البقرة ۱۸۳، ۱۸۴)

ترجمہ: اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمھیں پرہیزگاری ملے، گنتی کے دن ہیں، تو تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اور جنھیں اسی کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا، پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور روزہ رکھنا تمہارے لیے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو۔ (کنزالایمان)

اس آیت کریمہ میں مریض اور مسافر کو رمضان کے روزے کے متعلق رخصت دی گئی کہ وہ بعد میں رکھ لیں، اور شیخ فانی کو حکم دیا کہ روزے کا فدیہ ادا کرے۔

"يُطِيْقُوْنَهُ" منفی ہے یا مثبت؟:

اس آیت کریمہ میں "یطیقونه" میں کئی اقوال ہیں، کچھ لوگوں کے نزدیک یہ مثبت ہے، معنی یہ ہے: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، اس تقدیر میں یہ آیت کریمہ اگلی آیت "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" سے منسوخ ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک منفی ہے، لائے نفی مقدر ہے۔ چنانچہ امام زیلعی فرماتے ہیں: ای لا يـطـيـقـونـه والعرب تـحـذف لا اذا كـان موضعها ظاهراً كقوله تعالىٰ : تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ أي لاتفتؤ ، (بحوالہ فتاویٰ امجدیہ اول صفحہ ۳۹۶)

اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ صیغہ مثبت ہے معنیٰ سلبی میں، یعنی "یـطیقون "اطاقة باب افعال سے ہے جس کی خاصیت "سلب ماخذ" ہے، اس تقدیر پر "یـطـیـقون" کا معنی ہے:

"طاقت کھودینا"۔ جیسے کہا جاتا ہے "شکاني فأشكيته" اس نے مجھ سے شکایت کی تو میں نے اس کی شکایت دور کردی۔ اس کو علامہ احمد جیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر احمدی میں ذکر کیا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

فدیۂ صوم کی آیت کریمہ منسوخ ہے یا محکم؟

دونوں قول ہیں۔ ایک جماعت کے نزدیک یہ منسوخ ہے۔ تفسیر سمرقندی میں کلبی کے حوالے سے ہے کہ ابتدائے اسلام میں یہی حکم تھا کہ جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا تھا اسے بھی اختیار تھا کہ روزہ رکھے یا مسکین کو کھلائے اور افطار کرے۔ لیکن بعد میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی، ناسخ اگلی آیت کریمہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" ہے۔ تفسیر سمرقندی میں اسی آیت کے تحت ہے:

"قال الكلبي كان هذا اول الاسلام ثم نسخت هذه الآية بالآية التي بعدها وهكذا روي عن سلمة بن الاكوع انه قال لما نزلت هذه الآية: وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ" كان من اراد ان يفطر ويفدي فعل حتى نزلت الآية التي بعدها فنسختها وهو قوله "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ"، وقال الشعبي: لما نزلت هذه الآية وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ كان الاغنياء يطعمون ويفطرون ويفتدون ولايصومون فصار الصوم على الفقراء فنسختها هذه الآية "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" فوجب الصوم على الغني والفقير.

ترجمہ: کلبی نے کہا: یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر یہ آیت بعد والی آیت سے منسوخ ہوگئی، اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جو چاہتا کہ روزہ نہ رہے اور فدیہ دیدے تو ایسا ہی کرتا، یہاں تک کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی تو اس نے اسے

منسوخ کردیا، وہ آیت یہ ہے: توتم میں جورمضان کا مہینہ پالے وہ روزہ رکھے۔امام شعبی فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مالدار فدیہ دے کر روزہ چھوڑنے لگے،اور روزہ صرف فقراء پر آ گیا تو اگلی آیت نے اسے منسوخ کردیااور روزہ غنی اور فقیر سب پر ضروری ہوگیا۔

جولوگ اسے منسوخ کہتے ہیں وہ جمہور کی مشہور قراءت ''یطیقونه'' کی بناپر، کہ اس کا معنی ہے: **يقدرون عليه** ہے۔تفسیر قرطبی میں اس آیت کے تحت ہے:

وقال ابن عباس: نزلت هذه الآية رخصة للشيوخ والعجزة خاصة اذا أفطروا وهم يُطيقون الصوم، ثم نُسخت بقوله "فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" فزالت الرخصة الا لمن عجز منهم.

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ خاص بوڑھوں اور عاجز لوگوں کے لیے نازل ہوئی جب کہ طاقت رکھتے ہوئے وہ روزہ نہ رکھیں، پھراس آیت سے منسوخ ہوگئی''فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ'' تو رخصت ختم ہوگئی مگر بوڑھوں میں عاجزین کے لے۔

دوسراقول یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ منسوخ نہیں،اب دوصورتیں ہیں،بعض کےنزدیک اس میں ''لا'' مقدر ہے،بعض کےنزدیک اس کی اصل ''یطوَّقونہ'' ہے جس کا معنی ہے: جن کے لیے روزہ دشوار ہوجائے۔

چنانچہ تفسیر سمرقندی ہی میں ہے:

وقال بعضهم ليست بمنسوخة وانما نزلت في الشيخ الكبير. وروي عن عائشة انها كانت تقرأ وعلى الذين يطوَّقونه يعني يكلفونه فلايطيقونه. وروي عن عطاء عن ابن عباس انه قال ليست بمنسوخة وانما هي للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة

اللذين لایستطیعان ان یصوما فیطعمان کل یوم مسکینا".

(التفسیر السمرقندي)

ترجمہ:بعض کا قول ہے کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ شیخ کبیر کے بارے میں نازل ہوئی،اورحضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہاو "**علی الذین یطوقونہ**" پڑھتی تھیں یعنی جو مشقت میں پڑ جائیں اور روزہ نہ رکھ سکیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے متعلق ہے جو روزہ نہ رکھ سکیں تو ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

امام قرطبی نے تفسیر قرطبی میں "**یُطِیْقُوْنَہٗ**" کی اصل "**یُطوِّقونہ**" قرار دیا جس کی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قراءت "**یُطوِّقونہ**" ہے،جس کا معنی ہے:"**یکلفونہ**"، یعنی روزہ رکھنا ان کے لیے دشوار ہو جائے،اس بنا پر یہ صیغہ "طوق" سے ہے "طاقۃ" سے نہیں۔

تفسیر مدارک میں ہے:

قیل معناہ لایطیقونہ فأضمر لالقراءۃ حفصۃ کذلک وعلی ھذا لایکون منسوخاً

ترجمہ:ایک قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے: جولوگ روزے کی طاقت نہیں رکھتے،تو کلمہ "لا" محذوف ہے اس لیے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قراءت لا کے ساتھ ہے،اس بنا پر یہ آیت منسوخ نہیں۔

راجح قول یہی ہے کہ یہ آیت کریمہ منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے،اگرچہ کثیر روایتیں نسخ پر بھی موجود ہیں مگر ان روایتوں کی یہ تاویل کی جائے گی کہ نسخ سے مراد تخصیص ہے جیسا کہ علامہ قرطبی نے کیا ہے۔فرماتے ہیں:

والقول الاول صحیح ایضاً الا انہ یحتمل ان یکون

النسخ هناک بمعنی التخصیص ،فکثیراً ما یطلق المتقدمون النسخ بمعناہ و اللہ اعلم. (تفسیر قرطبی بقرۃ ۱۸۴)

ترجمہ: پہلا قول بھی صحیح ہے مگر احتمال ہے کہ اس میں نسخ سے مراد تخصیص ہو کیوں کہ متقدمین نسخ کا لفظ تخصیص کے معنی میں بہت استعمال کرتے ہیں۔

تخصیص سے مراد یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ بوڑھے مسلمانوں کے لیے ہی نازل ہوئی اس عموم کے ساتھ کہ خواہ قادر ہوں یا عاجز ہوں دونوں صورتوں میں شیوخ وعجائز فدیہ دے سکتے ہیں، بعد میں یہ حکم عاجزین کے ساتھ خاص ہوگیا، اس پر دلیل وہ قرائتیں ہیں جن میں عجز کا معنی خوب ظاہر ہے مثلاً "**یطوّقونہ**" یا "**لایطیقونہ**"۔

نسخ کا قول مرجوح یوں ہے کہ اگر اس آیت کریمہ میں "**یطیقونہ**" کو مثبت معنی میں لے کر منسوخ قرار دیں تو قرآن کرم میں فدیۂ صوم پر دلالت کرنے والی کوئی نص نہ رہے گی، حالانکہ تمام فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ فدیۂ صوم منصوص ہے۔ یہ آیت منسوخ ہو تو روزے کا فدیہ منصوص کیسے ہوگا؟ اور دیگر احکام مثلاً نماز وصدقہ فطر واعتکافِ واجب وغیرہ کے فدیہ کے جواز کے لیے مقیس علیہ کیا رہ جائے گا؟۔

تفسیرات احمدیہ کی جامع تفسیر:

اس بحث میں تفسیرات احمدیہ کا کلام بہت جامع ہے: ہم یہاں اس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

رہا شیخ فانی کا مسئلہ، تو آیت کریمہ "**وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ**" میں دو معنوں کا احتمال ہے، اول کے اعتبار سے یہ آیت کریمہ منسوخ ہے، ثانی کے اعتبار سے منسوخ نہیں۔

پہلا معنی: اس آیت کریمہ میں معطوف یا شرط محذوف ہو، تقدیر آیت یوں ہوگی: **علی الذین یطیقونہ ولا یصومونہ**" یعنی جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہیں اور روزہ نہیں رکھتے فدیہ دیں، یا "**علی الذین یطیقونہ ان لم یصوموا فدیۃ طعام**

مسکین " یعنی جولوگ روزے کی طاقت رکھتے ہیں اگر روزہ نہ رکھیں تو مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ابتدائے اسلام میں ان پر روزہ فرض تھا اوراس کے عادی نہ تھے تو انھیں رخصت دی گئی کہ افطار کریں اور فدیہ دیدیں، پھر یہ اختیار آیت کریمہ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" سے منسوخ ہوگیا۔اس لیے کہ اب حکم یہ ہے: جسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو اور قصداً نہ رکھے اس پر قضا و کفارہ واجب ہے، نہ کہ فدیہ۔

دوسرا معنی: آیت کریمہ میں "یطیقونہ" سے قبل "لا" محذوف ہے،ایسا فصحا کے کلام میں بہت ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوْا (النساء ۱۷۶) تقدیر آیت یوں ہوگی: "وعلی الذین لایطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" اور امام حفص کی ایک قراءت بھی یوں ہی ہے،لہٰذا یہ آیت کریمہ شیخ فانی کے بارے میں ہے۔ علامہ بیضاوی اور صاحب کشاف نے کلمہ "لا" مقدر ہونے اور "لا" کے ساتھ قراءت کا ذکر نہ کیا یا تو اس کے ضعف کے سبب یا اس وجہ سے کہ انھوں نے دوسری قراءت کا ذکر کیا ہے جس میں عدم طاقت کا معنی پایا جاتا ہے،مثلاً "یُطوّقونہ" وغیرہ جس کا مفہوم یہ ہے کہ : جولوگ مشقت و دشواری کے ساتھ روزہ رکھ سکتے ہیں، آسانی کے ساتھ نہیں رکھ سکتے وہ فدیہ دیں، وہ شیخ فانی اور عجائز ہیں۔امام شمس الائمہ سے مروی ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ : ﴿یُطیقونہ﴾ أطاقہ (باب افعال) سے ہے جس کا ماضی "أطاق" ہے،جس کا ہمزۃ سلب کے لیے ہے،یعنی باب افعال کی ایک خاصیت سلب ماخذ ہے وہ خاصیت اس صیغہ میں پائی جارہی ہے،لہٰذا یطیقونہ کا معنی ہوا: "الذین أزیل منهم الطاقة" جیسا کہ "أشكى" کا معنی ہے "ازال منه الشكوىٰ" ،اس تقدیر پر حذف "لا" کی کوئی حاجت نہیں۔(مترجماً ملخصاً تفسیرات احمدیہ زیر آیت کریمہ بقرہ ۱۸۴)

مریض اور شیخ فانی کا حکم مختلف ہے:

آیت کریمہ میں مریض اور مسافر کا ایک ساتھ ذکر ہوا اور ان کا پورا حکم بیان کرنے کے بعد شیخ فانی کا حکم الگ بیان کیا گیا، اس سے واضح ہوا کہ "مریض" اور "شیخ فانی"

دونوں کا حکم الگ الگ ہے، لہٰذا مریض کو شیخ فانی سے ملحق نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيْضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ أُخَرَ (البقرة ۱۸۴)

یعنی تم میں جو مریض ہوں یا مسافر وہ اتنے ہی روزے دوسرے دنوں میں رکھ لیں۔

یہ دلیل ہے کہ مریض سے روزہ معاف نہیں ہے، اصل وجوب تو اس پر ہے، ادائیگی میں اسے رخصتِ تاخیر دی گئی ہے، کہ وجوبِ ادا اس سے اس وقت متعلق ہوگا جب مرض سے افاقہ ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا:

''وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ'' (البقرة ۱۸۴)

ترجمہ: جو لوگ روزے کی طاقت نہیں رکھتے ان پر فدیہ مسکین کا کھانا ہے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ شیخ فانی وہی مریض نہیں، بلکہ مریض اور مسافر سے مختلف ہے ،اور اس کا حکم بھی مریض اور مسافر سے مختلف ہے۔ لہٰذا فقہائے کرام نے فرمایا کہ مرض کتنا ہی شدید اور طویل کیوں نہ ہو اس میں فدیہ دینا کافی نہیں، کہ مرض ایک عذر ہے جس کے ختم ہونے کی گنجائش رہتی ہے، اور بڑھاپا ایسا عذر ہے جس کے زوال کی کوئی امید نہیں ہوتی ،ا س لیے کسی مریض کو فدیہ دینے کی گنجائش نہیں۔ ہاں مریض کے لیے اللہ تعالیٰ نے علت مرض کے سبب ادائے صیام میں تاخیر کی رخصت دی تو جس سبب سے اسے رخصت تاخیر ملی جب تک وہ سبب باقی رہے گا رخصت رہے گی، جب افاقہ ہوگا قضا کا حکم ہوگا، لہٰذا اگر افاقہ ہی نہ ہوا اور اسی مرض میں انتقال کر گیا تو اس پر نہ قضا ہے، نہ فدیہ ہے، نہ اس پر فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے، کہ صحت کے ایام نہ ملے تو اس پر وجوبِ ادا نہیں، پھر وصیت کیوں واجب ہوگی۔ ایسے مریض پر فدیہ کی وصیت کرنا اس وقت واجب ہے کہ اسے صحت ہوگئی اور ایام صحت میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہ کر سکا یہاں تک کہ موت کا وقت آ گیا تو وقتِ موت اتنے روزے کے فدیہ کی وصیت کرے جتنے دن اسے صحت کے ملے۔ اس کی

تفصیل آگے آتی ہے۔

فدیہ کی ادائیگی میں تملیک شرط نہیں اباحت بھی کافی ہے:

فتاویٰ امجدیہ اول صفحہ ۳۹۶ پر ہے خلاصہ یہ ہے:

روزے کے فدیہ کی ادائیگی کے لیے تملیک فقیر شرط نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے، کیوں کہ فدیہ کا وہی حکم ہے جو روزے کے کفارے کا ہے۔ اور روزے کے کفارے کے لیے تملیک فقیر ضروری نہیں بلکہ فقیر کے لیے مباح کردے اور وہ لے جائے تو بھی کافی ہے۔ چنانچہ درر میں صراحت ہے کہ جو حکم کفارے کا ہے وہی فدیہ کا بھی حکم ہے: **وفدی ای اطعم لکل یوم مسکیناً کما یطعم فی الکفارات** ۔(درر، بحوالہ فتاویٰ امجدیہ اول ص ۳۹۶)

کفارۂ ظہار میں قرآن مجید نے کھلانے کی صراحت فرمائی:

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ یَّتَمَاسَّا،فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْناً۔(سورہ مجادلہ ۴)

ترجمہ: تو جو رقبہ آزاد نہ کر سکے وہ ایک دوسرے کو چھونے سے قبل دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے، تو جو دو ماہ کے روزے بھی نہ رکھ سکے وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

اور ظاہر ہے کہ کھانا کھلانا اصلاً اباحت پر ہوتا ہے۔ اور روزہ کا کفارہ وہی ہے جو ظہار کا کفارہ ہے جیسا کہ عام کتب فقہ میں اس کی صراحت ہے۔

بلکہ خاص روزے کے فدیہ کے متعلق سورہ بقرہ میں ہے: ''**وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ**'' جو روزہ نہ رکھ سکیں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔

یعنی ہر روزہ کا فدیہ دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا ہے۔ اور جب اباحت سے فدیہ ادا ہو جاتا ہے تو تملیک فقیر سے بدرجہ اولیٰ ادا ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر ہر روزے کے بدلے ایک صدقہ فطر کی مقدار مسکین کو دے، خواہ نصف صاع گیہوں دے یا

ایک صاع جو یا کھجور یا منقیٰ یا اس کی قیمت دے فدیہ بہر حال ادا ہو جائے گا۔

مگر کھلائے تو ہر مسکین کو دونوں وقت بھر پیٹ کھلانا ہوگا، ایک وقت کھلایا تو پھر اسی مسکین کو اسی روز یا کسی دوسرے روز ایک وقت اور کھانا کھلائے تو فدیہ ادا ہو جائے گا۔

فدیہ صوم اور فدیہ صلاۃ میں فرق:

فدیہ کی مقدار یا اس کے مستحقین جیسے احکام میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ ہاں چند احکام میں فرق ہے مثلاً:

﴿۱﴾ شیخ فانی اپنی زندگی میں روزے کا فدیہ دے سکتا ہے مگر نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا۔ روزے کا فدیہ اس کے لیے کافی ہوگا اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آ جائے۔ مگر نماز کا فدیہ کافی نہ ہوگا، اس لیے کہ اس سے عجزِ مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر وقتِ نزع، کیوں کہ وہ کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہ ہو سکے تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔

﴿۲﴾ شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر دینے کی قدرت ہو، موت کے بعد وجوب نہیں جب تک کہ اپنے مال میں وصیت نہ کر جائے۔ جب کہ اس پر اپنی زندگی میں نماز کا فدیہ دینا واجب نہیں بلکہ بالکل معذور ہو جائے اور وصیت کر جائے تو اس کے اقربا اس کے تہائی مال سے فدیہ دیں۔

﴿۳﴾ شیخ فانی جو اپنی زندگی میں روزے کا فدیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے گا، اس لیے کہ اس میں نص صریح وارد ہے۔ اور نماز کا فدیہ جو بعد موت ادا کیا جائے اس کے کافی ہونے میں شبہہ ہے۔ جس طرح روزے کا فدیہ یقیناً کافی ہے اسی طرح اس فدیہ کی وصیت کر جائے، پھر اس کے مال سے فدیہ ادا کیا جائے وہ بھی کافی ہے۔ مگر روزے کے فدیہ کی وصیت نہ کی اور مر گیا اور اس کے اقربا نے فدیہ ادا کیا اس فدیہ میں شبہہ ہے، یوں ہی فدیۂ نماز بوصیت میں شبہ ہے اور فدیۂ نماز بے وصیت میں شبہ اقویٰ۔

شیخ فانی اور موتیٰ کے فدیہ میں فرق:

﴿۱﴾ شیخ فانی پر زندگی میں روزے کا فدیہ اس کے کل مال میں ہے، جب کہ بعد

مرگ بے وصیت و بے اجازتِ ورثہ ثلثِ مال سے زائد میں نافذ نہ ہوگی۔

﴿۲﴾ شیخ فانی پر روزے کا فدیہ زندگی میں دینا واجب ہے، اور بعد مرگ اگر وصیت نہ کر گیا تو اس کے ورثہ پر واجب نہیں، دیں تو بہتر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/۵۴۵ بتلخیص وتسہیل)

مریض روزہ نہ رکھ سکے تو اس کی طرف سے فدیہ کب اور کیسے؟:

اگر مریض نے روزہ نہ رکھا اور مرض جاری ہے، اور اسی مرض میں وفات ہوگئی تو اس کے اوپر فدیہ کی وصیت واجب نہیں، کہ دیگر ایامِ استطاعت ملے ہی نہیں، لیکن جوں ہی صحت ہو جائے اس پر قضا رکھنا لازم، اور موت آجائے تو جتنے دن صحت کے ملے اتنے روزوں کے فدیہ کی وصیت اس پر واجب ہے۔ یہی حکم مسافر کا ہے جس کو ایام اقامت ملے اور فوت شدہ روزوں کی قضا نہ کر سکا کہ موت آگئی تو اگر اس کے پاس مال ہے تو اس پر وصیت واجب ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اگر کوئی بلا عذر جان بوجھ کر روزہ توڑ دے اور اس روزے کی قضا نہ کر سکا کہ وقت موت آگیا تو اس پر بھی وصیت واجب ہے۔ ان میں کوئی بھی وصیت کر گیا تو اس کا ولی اس کی طرف سے ثلث مال سے فدیہ ادا کرے، اگر میت کے وارثین موجود ہوں، اور کوئی وارث نہ ہو تو کل مال سے فدیہ ادا کرے۔ اور اگر وصیت نہ کر سکا تو اس کی طرف سے فدیہ دینا ولی یا اقربا پر واجب نہیں، دیں تو بہتر ہے، یہ ان کی طرف سے تبرع ہوگا۔ اور اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ میت کی طرف سے یہ فدیہ قبول ہو، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

درمختار میں ہے:

فان ماتوا فيه أي في ذلک العذر فلاتجب عليهم الوصية بالفدية لعدم ادراكهم عدة من ايام أخر ولوماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام اخر، واما من أفطر عمداً فوجوبها عليه بالاولیٰ. وفدى لزوماً عنه اى عن

الميت وليه الذي يتصرف في ماله كالفطرة قدراً بعد قدرته أي على قضاء الصوم وفوته أي فوت القضاء بالموت فلو فات عشرة ايام فقدر على خمسة ايام فداها فقط بوصية من الثلث وهذا لو له وارث والا فمن الكل. وان لم يوص وتبرع وليه به جاز ان شاء الله تعالىٰ. (ردالمحتار على الدرالمختار ۳/ ۴۰۶، ۴۰۷)

ترجمہ: اگر اسی عذر میں مر جائیں تو ان پر فدیہ کی وصیت واجب نہیں، کہ انھیں اسی قدر دوسرے ایام نہ ملے۔ اور زوال عذر کے بعد موت آئی تو جتنے ایام ملے اتنے کی وصیت واجب ہے۔ رہا وہ جس نے جان بوجھ کر روزہ توڑا اس پر بدرجہ اولیٰ وصیت کرنا واجب ہوگا۔ میت کی طرف سے اس کا ولی جو اس کے مال میں تصرف کا حق رکھتا ہے صدقہ فطر کی مقدار فدیہ ادا کرے گا جب کہ اسے قضائے صوم پر قدرت ملی اور موت کے سبب یہ قضا نہ کرسکا، اگر دس دن کے روزے چھوٹے تھے اور پانچ دن قدرت کے ملے تو اس کی وصیت سے تہائی مال سے پانچ ہی دن کا فدیہ دیں گے، اگر اس کا کوئی وارث ہو، ورنہ پورے مال سے فدیہ دیں گے۔ اور اگر اس نے وصیت نہ کی اور اس کا ولی تبرعاً فدیہ دے تو اللہ تعالیٰ چاہے تو کافی ہوگا۔

کیا مریض جب شفا سے مایوس ہو جائے تو فدیہ دے سکتا ہے؟:

کوئی ایسا مریض ہے جسے اپنی عمر اور گرتی ہوئی صحت کے سبب یا مرض کی کیفیت کے سبب اب شفا کی کوئی امید باقی نہ رہی اور عجز کا یقین ہو چکا وہ شیخ فانی کے حکم میں ہے۔ وہ ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرے، مگر جوں ہی اسے شفا ہوگی ان روزوں کی قضا واجب ہوگی، اور یہ فدیہ کافی نہ ہوگا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

ومثله ما فی القهستانی عن الکرمانی : المریض اذا تحقق الیاس من الصحة فعلیه الفدیة لکل یوم المرض، اه و کذا ما في البحر لو نذر صوم الابد فضعف عن الصوم لاشتغاله بالمعیشة له ان یطعم ویفطر لانه استیقن انه لایقدر علی القضاء (ردالمحتار علی الدر المختار ۳/ ۴۱۰)

ترجمہ: ایسا ہی قہستانی میں کرمانی سے ہے کہ مریض کو صحت سے مایوسی متحقق ہو جائے تو اس پر ایامِ مرض سے ہر دن کا فدیہ ہے۔ یوں ہی بحر الرائق میں ہے کہ: اگر ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی پھر اسبابِ معیشت میں مشغول ہونے کے سبب ہمیشہ روزہ نہ رکھ سکے وہ افطار کرے اور کھانا کھلائے، اس لیے کہ یقین ہے کہ اتنے روزے قضا کرنے پر قدرت نہیں۔

حیلۂ اسقاط کا طریقہ:

میت کا ولی یا وارث جس قدر گیہوں میسر ہو ہر نماز اور ہر روزہ کے لیے نصف صاع کے حساب سے فدیہ کے طور پر فقیر کو دے وہ قبول کرے، اس کے بعد وہ فقیر اس وارث کو گیہوں ہبہ کر دے، یہ لے کر پھر اسے فدیہ کے طور پر دیدے، اسی طرح بار بار کریں حتی کہ نماز و روزہ کا فدیہ مکمل ہو جائے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

اذا مات الرجل وعلیه صلوات فائتة فأوصی بان تعطی کفارة صلواته یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله. وان لم یترک مالا یستقرض ورثته نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثته ثم یتصدق ثم وثم حتی یتم لکل صلاة ما ذکرنا کذا في الخلاصة. وفي فتاوی الحجة وان

لـم يـوص لـورثتـه وتبـرّع بـعض الورثة يجوز . ويدفع عن كل صـلاـة نـصف صاع حنطة منوين ولو دفع جملة الى فقير واحد جـاز بـخـلاف كـفـارـة اليمين و كفارة الظهار و كفارة الافطار.

(فتاویٰ هنديه ١ /١٢٥)

ترجمہ: ایک شخص جس پر نمازیں باقی ہوں یہ وصیت کر کے مر جائے کہ اس کی نمازوں کا فدیہ ادا کیا جائے، تو اس کے تہائی مال سے ہر نماز کے لیے نصف صاع گیہوں اور وتر کے لیے نصف صاع گیہوں دے، اور ایک دن کے روزے کے لیے نصف صاع دے۔ اگر مال نہ چھوڑا ہو تو اس کے ورثہ نصف صاع گیہوں قرض لیں اور مسکین کو فدیہ کے طور پر دیدیں پھر مسکین ان ورثہ کو دیدے پھر وہ اس مسکین کو فدیہ کے طور پر دیں اسی طرح لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا کفارہ ہو جائے۔ فتاویٰ حجہ میں ہے کہ اگر اپنے ورثہ کو وصیت نہ کی اور کسی وارث نے خود سے فدیہ ادا کیا تو جائز ہے، اور ہر نماز کا نصف صاع یعنی دو من گیہوں دے، اگر کل فدیہ ایک فقیر کو دیدیا تو ہو گیا، بخلاف کفارۂ یمین و کفارۂ ظہار و کفارۂ افطار کے۔

جس قدر مال زیادہ ہوگا دور اسی قدر کم ہوگا۔ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں کفاروں مطالبوں میں حساب میں آئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دَور کی حاجت ہی نہ رہے گی، اب فقیر سے کوئی شے اسی قدر مال کے عوض فروخت کریں، پھر وہ قرض میں لیے گئے اموال اس فقیر کو فدیہ میں دے کر شے مبیع کے ثمن میں لے لے، پھر حسب مقدور فقراء کو کچھ دے کر ان کا دل خوش کر دے۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۰ ص ۵۴۳)

اگر فقیر کے ذمہ دین ہو اور چاہتا ہے کہ وہی روزے کا فدیہ ہو جائے تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ فدیہ کا مال اسے دے کہ اس کا قبضہ ہو جائے پھر اس سے

دین میں واپس لے لے، اگر وہ نہ دینا چاہیے تو ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا حق لیتا ہے۔
(فتاویٰ رضویہ مترجم ۵۴۲/۱۰)

نماز روزہ کے علاوہ کن کن واجبات کے لیے فدیہ دینا ہوتا ہے:

فدیہ جو منصوص اور واجب ہے وہ صرف روزے کا ہے۔ باقی تمام واجبات جو ذمہ میں آئے اور ادا نہ ہو سکے ان کا فدیہ بھی دینا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بطور مثال درج ذیل واجبات کا ذکر فرمایا ہے:

(۱) روزے کا فدیہ: یہ شیخ فانی کے لیے ہے۔

(۲) نماز کا فدیہ: یہ بعد موت ہے۔

(۳) زکاۃ، جتنی باقی ہے اسی قدر رقم یا اسی قیمت کی کوئی شے فدیہ میں دے۔

(۴) قربانیاں، جتنی ذمہ میں قربانیاں آئی ہوں اور نہ دے سکا ہو۔

(۵) قسموں کے کفارے: ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں۔

(۶) سجدۂ تلاوت: ہر سجدۂ تلاوت کے لے احتیاطاً ایک نماز کا فدیہ ہونا چاہیے، **(وان لم یجب علی الصحیح کما فی التاتارخانیة)**

(۷) صدقات فطر: اپنے اور اپنے اہل وعیال کے جس قدر ادا نہ ہوئے ہوں۔

(۸) نوافل جو فاسد ہو گئے اور ان کی قضا نہ کر سکا۔

(۹) جو منتیں مانیں اور ادا نہ کیں۔

(۱۰) زمین کا عشر یا خراج جو باقی رہ گیا۔ وغیرہ کثیر ہیں مثلاً اعتکاف واجب جو رہ گیا۔ غرضیکہ ان کی کوئی حد معین نہیں کر سکتے، اس قدر ہونا چاہیے کہ براءت ذمہ پر ظن حاصل ہو جائے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے اس مقام پر درمختار سے یہ ایک ضابطہ ذکر کیا:

ان ماکان عبادۃ بدنیة فان الوصي یطعم عنه بعد موته عن کل واجب کالفطرۃ والمالیة کالزکاۃ یخرج عنه القدر الواجب والمرکب کالحج

يحج عنه رجلاً من مال الميت. بحر قلت و كلام البحر اجمع و انفع حيث قال الصلاة كالصوم، ويؤدي عن كل وتر نصف صاع وسائر حقوقه مالياً كان او بدنياً عبادة محضة او فيه معنى المؤنة كصدقة الفطر أو عكسه كالعشر أو مؤنة محضة كالنفقات أوفيه معنى العقوبة كالفارات. اهـ

ترجمہ: ہر وہ عبادت جو بدنی ہو (جیسے نماز) تو وصی اس کے مرنے کے بعد میت کی طرف سے ہر واجب کے عوض صدقہ فطر کی مقدار فدیہ دے، اگر عبادت مالی ہو مثلاً زکاۃ تو وصی مقدار واجب میت کی طرف سے ادا کرے، اور اگر مالی و بدنی کا مرکب ہو جیسے حج، تو کسی شخص کو بھیج کر میت کے مال سے حج کرائے، کذا فی البحر قلت: بحر کا کلام بہت جامع اور نافع ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: کہ نماز روزے کی طرح ہے اور ہر وتر کے عوض نصف صاع ادا کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کے بقیہ حقوق کا معاملہ بھی اسی طرح ہے، خواہ وہ مالی ہوں یا بدنی، عبادات محضہ ہوں یا اس میں ذمہ داری کا پہلو بھی ہو مثلاً صدقۂ فطر یا اس کا عکس ہو مثلاً عشر، یا اس میں محض ذمہ داری ہو مثلاً نفقات، یا اس میں معنی عقوبت ہو مثلاً کفارات۔ اھ۔
(فتاویٰ رضویہ مترجم جلد دہم صفحہ ۵۴۰، ۵۴۱)

نماز روزے میں نیابت جاری نہیں:

نماز رہ گئی تو اسے قضا کرنے سے ہی برائت ذمہ ہوگی، زندگی میں فدیہ دینا کفایت نہ کرے گا، نہ ہی کوئی دوسرا شخص اس کے بدلے نماز پڑھ سکتا ہے، یوں ہی کسی کا روزہ کوئی دوسرا نہیں رکھ سکتا، خواہ اس کی زندگی میں یا بعد وفات، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ شخص نماز و روزہ ادا کر کے اس کو ایصال ثواب کرے، مگر یہ نیابت نہیں۔

درمختار میں ہے:

ولو قضاها ورثته بامره لم يجز لانها عبادة بدنية بخلاف الحج لانه يقبل النيابة. (درمختار باب قضاء الفوائت ۲ / ۷۴)

یعنی اس کے وارثین اس کے حکم سے اس کی نماز کی قضا کریں تو کافی نہ

ہوگی، کیوں کہ نماز بدنی عبادت ہے برخلاف حج کے کہ حج میں نیابت درست ہے۔

اس پر علامہ شامی فرماتے ہیں:

لانہ عبادۃ مرکبة من البدن والمال، فان العبادة ثلاثة انواع: مالية، وبدنية ،ومركبة منهما، فالعبادة المالية كالزكاة تصح فيها النيابة حالة العجز والقدرة والبدنية كالصلاة والصوم لاتصح فيها النيابة مطلقاً، والمركبة منهما كالحج ان كان نفلاً تصح فيه النيابة مطلقاً وان كان فرضاً لاتصح الا عند العجز الدائم الى الموت. (ردالمحتار ۲/۷۴)

ترجمہ: کیونکہ حج بدن ومال سے مرکب عبادت ہے۔عبادت کی تین قسمیں ہیں: مالی عبادت، بدنی عبادت، دونوں سے مرکب عبادت۔تو مالی عبادت جیسے زکاۃ میں عجز وقدرت ہر حال میں نیابت درست ہے، اور بدنی عبادت جیسے نماز روزہ میں نیابت کی کچھ گنجائش نہیں، اور دونوں سے مرکب عبادت جیسے حج ،اگر نفلی ہوتو اس میں مطلقاً نیابت درست ہے، اور حج فرض ہو تو نیابت درست نہیں جب تک ایسا عجز متحقق نہ ہوجائے جو موت تک باقی رہے۔

روزے کا فدیہ منصوص ہے تو غیر منصوص مثلاً نماز میں فدیہ کا حکم کیوں ہے؟

فدیہ کا حکم اصلاً روزے کے لیے ہے، پھر اسی پر قیاس کر کے فقہائے کرام نے نماز کے فدیہ کا بھی حکم دیا ہے، بلکہ دیگر واجبات جو ذمہ میں باقی رہ گئے ان کے لیے بھی فدیہ کی وصیت کرنے کا حکم دیا، مثلاً اعتکافِ واجب کی قضا،صدقہ فطر،قربانی وغیرہ،اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ نماز کے فدیہ کی اصل کیا ہے؟اس کی تفصیل یہ ہے:

روزے کا فدیہ خلاف قیاس نص سے ثابت ہے، لہٰذا اس کے کافی ہونے پر جزم ہے۔لیکن دیگر واجبات میں جب ادائیگی کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے اور بندہ وصیت کر جائے تو ان کے لیے بھی ولی یا وارثین کو اس کے مال سے فدیہ ادا کرنا چاہیے، کچھ واجبات میں منصوص پر قیاس کر کے احتیاطاً حکم دیا گیا، اور کچھ احکام میں دلالت نص کی بنا پر حکم دیا گیا۔اس لیے اس منصوص فدیہ کی بنا پر غیر منصوص مسائل میں فدیہ کا حکم جو فقہائے کرام دیتے ہیں وہ بے بنیاد نہیں۔ہاں جہاں علت مشترکہ یا دلالت نص نہ پائی جائے وہاں فدیہ کا حکم نہیں دیتے، بلکہ صراحت کرتے ہیں کہ فدیہ دینا ناکافی اور باطل ہے۔مثلاً نماز ذمہ میں رہ گئی اور بندہ اپنی زندگی میں اپنی نماز کا خود ہی فدیہ دے، فقہاء فرماتے ہیں یہ فدیہ ناکافی ہے۔علامہ احمد بن سعید عرف ملاجیون علیہ الرحمہ تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں:

ويسمى هذا أعني قضاء الصوم بالفدية في عرف الاصول قضاء بمثل غير معقول لأنا لم نعقل المماثلة بين الصوم والفدية وانما تثبت بالنص على خلاف القياس . فان قيل : كلما ثبت على خلاف القياس يقتصر على مورده فلم أوجبتم الفدية في الصلاة بلا نص فيما اذا مات وعليه قضاء الصلاة، وأوصى لوارثه بها على ما صح عندكم ان فدية كل صلاة فدية صوم يوم؟ ولم جوزتم بالفدية فيمن عليه قضاء صوم رمضان وأوصى بها في غير الشيخ الفاني ؟ قيل: أما الاول فقد ذكر أئمة الاصول أن النص يحتمل أن يكون معلولاً ، والصلاة نظير الصوم بل أهم منه، فأمرنا بالفدية احتياطاً ورجونا القبول من الله تعالىٰ فضلاً، فقال محمد في الزيادات: يجزيه ان شاء الله، فعلق بمشيئة الله تعالىٰ ولم يجزم به قطعاً، فصار كما اذا تطوع به الوارث في الصوم. وأما الثاني فبدلالة النص لا بالقياس

ایضاً، کما علم آنفاً . (التفسیرات الاحمدیة صفحه ۷۰)

ترجمہ: ’’فدیہ کے ذریعہ روزے کی قضا کو اصول فقہ کی اصطلاح میں ’’قضا بمثل غیر معقول‘‘ کہتے ہیں، کیوں کہ روزے اور فدیہ کے درمیان مماثلت ہماری سمجھ میں نہیں آتی، بلکہ فدیہ تو خلاف قیاس نص سے ثابت ہے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جو کچھ خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد تک محدود رہتا ہے، تو آپ لوگوں نے نماز کے اس مسئلہ میں کہ ’’ایک شخص کی موت ہو جائے جس پر قضا نمازیں رہ گئیں اور اس نے وارث کو اس کی وصیت کی‘‘ فدیہ کا حکم کیوں دیا؟ حالانکہ نماز کے فدیہ پر کوئی نص وارد نہیں۔ جیسا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہر نماز کا فدیہ ایک روزے کا فدیہ ہے۔ نیز جو شیخ فانی تو نہیں اور اس کا رمضان کا روزہ رہ گیا جس کی اس نے وصیت کی اس کے لیے فدیہ دینا کیوں جائز قرار دیا؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ ائمہ اصول فقہ نے بیان کیا ہے کہ فدیۂ صوم کی نص میں احتمال ہے کہ کسی علت سے معلول ہو، اور نماز تو روزے کی نظیر ہے، بلکہ اس سے اہم ہے، تو نماز میں ہم نے احتیاطاً فدیہ کا حکم دیا، اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اپنے فضل سے قبول فرمالے، اسی لیے امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الزیادات میں فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہے تو کافی ہوگا، یعنی انھوں نے فدیہ کی قبولیت کو مشیت الٰہی پر معلق کیا اور جزم نہ کیا، یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ روزے کے مسئلے میں وارث بطور خود فدیہ دے، تو جیسے اس میں قبول میں جزم نہیں اسی طرح نماز کے فدیہ میں بھی جزم نہیں۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلے میں ہم نے قیاس سے حکم نہیں دیا بلکہ دلالت نص سے حکم دیا۔‘‘

دلالت نص سے یہ حکم یوں ثابت ہے کہ جب نص قرآنی نے شیخ فانی کو فدیہ ادا کرنے

کا حکم دیا، تو جو کسی اور سبب سے روزہ نہ رکھ سکا اور موت کے وقت فدیہ کی وصیت کر گیا اس کے فدیہ کا حکم اسی وجہ سے دیتے ہیں کہ موت کے وقت جب اس نے فدیہ دینے کی وصیت کی اسے کوئی امید باقی نہ رہ گئی تھی کہ وہ روزہ رکھ سکے گا۔ تو وہی نص قرآنی دلالت کر رہی ہے کہ یہاں بھی فدیہ کافی ہونا چاہیے۔

موجودہ اوزان سے فدیہ کی مقدار:

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا کشمش یا جَو مقرر فرمائی ہے، جس کی صراحت حدیثوں میں موجود ہے۔ اور فقہا کا ارشاد ہے کہ جو صدقۂ فطر ہے وہی مقدار ایک فدیۂ صوم کی ہے۔ نصف صاع کا وزن 135 / تولے ہے، جو انگریزی دور کے اُس سکے سے جس کا وزن سوا گیارہ ماشہ ہے ایک سو چوالیس روپے بھر ہے۔ 144 روپے بھر وزن کے جَو کے ناپ برابر گیہوں صدقہ فطر ہے۔ یعنی اب ایک سو چوالیس روپے بھر وزن کے جَو لے کر ایک پیمانے میں بھریں پھر اسی پیمانے میں بالکل اتنے ہی گیہوں ناپ کر اسے تول لیں تو اس قدر گیہوں کا وزن ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر اوپر ہوگا یعنی 175.5 روپے بھر۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے احتیاطاً اسی وزن کا حکم دیا ہے، کہ یہی فقیروں کے لیے انفع ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دور کے رائج انگریزی سکے کا وزن (11.664) گیارہ گرام چھ سو چوسٹھ ملی گرام ہے، جس کے حساب سے نصف صاع گیہوں کا وزن 2 کلو 47 گرام ہوا۔ یوں : * 175.5
11.664 = 2047 G

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ، یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک، یا ایک شخص کا صدقۂ فطر، یہ سب گیہوں سے نیم صاع اور جو سے ایک صاع ہے۔ ایک صاع دو سو ستر تولے ہے، نیم صاع ایک سو پینتیس تولے، تولہ بارہ ماشہ، ماشہ آٹھ رتی، رتی آٹھ چاول، انگریزی روپیہ سکۂ رائجہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ صاع چار مد ہے اور ہر مد چالیس استار اور استار

ساڑھے چار مثقال، تو ہر مد ایک سو اسی مثقال ہوا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے وللہذا درہم شرعی کہ مثقال کا سات عشر ہے پچیس رتی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوا، اسی حساب سے دوسو درم نصاب فضہ کے ساڑھے باون تولے اور بیس مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں، پس نصف صاع 135 رتولے ہوتے ہیں، اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سو چوالیس روپیہ بھر۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/۵۲۵،۵۲۶)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

صاع وہی دوسو ستر تولے ہے جس کا سکہ رائجہ ہند سے دوسو اٹھاسی روپے بھر ہوا، کہ یہ روپیہ سوا گیارہ ماشے ہے۔ مگر احسن واحوط یہ ہے کہ گیہوں کا صدقہ جو کے صاع سے ادا کیا جائے۔ یعنی جس پیمانہ میں ایک سو چوالیس روپے بھر آئیں اس بھر گیہوں دیے جائیں۔ ظاہر ہے گیہوں وزن میں زیادہ آئیں گے، جو سے بھاری ہیں، فقیر نے صاع شعیری حاصل کیا پھر اس میں گیہوں بلا تکویم وتقعیر بھر کر تولے تو پورے تین سو اکیان روپے بھر ہوئے، تو صدقۂ فطر فدیۂ صوم وغیرہا میں نیم صاع گندم کے اٹھنی اوپر پونے دوسو روپے بھر گیہوں دینا احوط ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۱۰/۵۴۸)

فرماتے ہیں:

> صاع دوسو ستر تولے اور روپیوں سے دوسو اٹھاسی روپے بھر، رمضان المبارک ۱۳۲۷ھ سے علامہ شامی کی یہ احتیاط زیادہ پسند آئی کہ صاع لیا جائے جَو کا اور اس کے وزن کے گیہوں دیے جائیں، اس بنا پر بنظر احتیاط وزیادت نفع فقراء میں نے ۲۷/ ماہ مبارک ۱۳۲۷ھ کو ایک سو چوالیس روپیہ بھر جو وزن کیے کہ نصف صاع ہوئے اور انھیں ایک پیالے میں بھرا، حسن اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیمانہ کو ناپ کر بنایا گیا تھا وہ جَو اس میں پوری سطح مستوی تک آ گئے، بغیر ابھار اور گہرائی کے، تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری ہوا، پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو ایک سو چھتر

روپے آٹھ آنہ بھر ہوئے تو یہ وزنِ گندم ہوا، اور اس کا دوچند 351 روپے بھر وزن جو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ملتقطاً ۱۰/۲۹۶)

بہارشریعت میں ہے:

اعلیٰ درجہ کی تحقیق اور احتیاط یہ ہے کہ صاع کا وزن تین سو اکاون روپے بھر ہے اور نصف صاع ایک سو پچھتر روپے اٹھنی بھر اوپر۔ (بہارشریعت پنجم ۷۰)

فدیہ کے متعلق سوال وجواب

سوال: روزے کا فدیہ کون دے سکتا ہے؟

جواب: فدیہ دینا صرف شیخ فانی کے ساتھ خاص ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/ ۵۲۱) مریض یا مسافر یا حاملہ یا مرضعہ یعنی دودھ پلانے والی خاتون کے فوت شدہ روزوں کے لیے فدیہ نہیں، بلکہ قضا ہے۔

سوال: شیخ فانی کون ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا جس کی عمر ایسی ہوگئی کہ اب روز بروز کمزور ہی ہوتا جائے گا جب وہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہے نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہے کہ روزہ رکھ سکے گا اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزہ کے بدلے فدیہ یعنی دونوں وقت ایک مسکین کو بھر پیٹ کھانا کھلانا اس پر واجب ہے، یا ہر روزہ کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دیدے۔ (بہارشریعت ۵/۱۳۳)

سوال: بوڑھا شخص گرمی میں روزہ نہیں رکھ سکتا لیکن جاڑوں میں رکھ سکے گا تو کیا گرمی کے روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے؛

جواب: نہیں، وہ گرمی کے روزوں کا فدیہ نہیں دے سکتا، بلکہ اسے حکم ہے کہ

گرمی کے روزوں میں افطار کرلے اور ان کے قضا روزے جاڑے میں رکھے۔ (ملخصاً بہارشریعت پنجم ۱۳۳)

سوال: شیخ فانی کو فدیہ دینے کے بعد قدرت الٰہی سے روزہ رکھنے کی طاقت آگئی تو کیا اب وہ فدیہ کافی ہوگا؟

جواب: اگر فدیہ دینے کے بعد اتنی طاقت آگئی کہ روزہ رکھ سکے تو فدیہ صدقۂ نفل ہوکررہ گیا، ان روزوں کی قضا رکھے۔ (ملخصاً بہارشریعت پنجم ۱۳۳)

سوال: شیخ فانی شروع رمضان میں ہی فدیہ دے سکتا ہے یا رمضان کے آخر میں دے؟

جواب: یہ اختیار ہے کہ شروع رمضان ہی میں پورے رمضان کا ایک دم فدیہ دیدے یا آخر میں دے۔

سوال: شیخ فانی اپنے روزے کا فدیہ خود نہ دے سکا اور مرگیا تو کیا ولی دے سکتا ہے؟

جواب: روزے کا فدیہ شیخ فانی خود نہ دے سکے تو اس پر واجب ہے کہ وصیت کردے، اور وصیت بھی نہ کی اور مرگیا تو اب ولی یا وارثین پر واجب نہیں، ادا کردیں تو بہتر ہے، بہارشریعت میں ہے:

> میت کے روزے قضا ہوگئے تھے تو اس کا ولی اس کی طرف سے فدیہ ادا کردے، یعنی جب کہ وصیت کی اور مال چھوڑا ہو، ورنہ ولی پر ضروری نہیں، کردے تو بہتر ہے۔ (بہارشریعت ۵/۱۲۰)

اور درمختار میں ہے:

> وفدی عنه ولیه کالفطرة وان لم یوص وتبرع ولیه به جاز انشاء الله تعالیٰ۔ (درمختار مع ردالمحتار ۳/۴۰۶، ۴۰۷)

ترجمہ: اس کا ولی اس کی طرف سے صدقہ فطر کی طرح فدیہ دے، اور اگر وصیت نہ

کرسکا اور اس کا ولی بطور تبرع فدیہ دے تو ان شاء اللہ تعالیٰ جائز (کافی) ہوگا۔

سوال: شیخ فانی کے پاس اگر مال نہ ہو تو فدیہ کیسے ادا کرے؟

جواب: شیخ فانی پر فدیہ اس وقت واجب ہے جب کہ اس کے پاس مال ہو، اور نادار ہے تو اس پر فدیہ واجب نہیں، بہتر ہے کہ استغفار کرے۔

سوال: کیا مریض اپنے روزے قضا کرنے کے عوض مسکین کو کھانا دے سکتا ہے؟

جواب: اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہے جسے روزہ سے ضرر پہنچتا ہے تو حصول صحت تک اسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے، وہ اس کے بدلے مسکین کو کھانا دے تو یہ مستحب ہے، ثواب پائے گا، جب کہ اسے روزے کا بدلہ نہ سمجھے، اور سچے دل سے نیت رکھے کہ جب صحت پائے گا جتنے روزے قضا ہوئے ہیں ادا کرے گا۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/۵۲۱)

سوال: کیا شیخ فانی یا مریض اپنے روزوں کے عوض کسی اور سے روزہ رکھوا سکتے ہیں؟

جواب: نہیں، اپنے بدلے دوسروں سے روزہ رکھوانا محض باطل و بے معنی ہے۔ نماز وروزہ جو محض بدنی عبادت ہیں ان میں نیابت نہیں ہو سکتی، ایک ادا کرے تو دوسرے سے نہیں اتر سکتی۔ (ملتقطاً فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/۵۲۰)

سوال: اعتکاف کی نذر مانی اور نہ کر سکا کہ وقت موت آ گیا تو کیا اس کا فدیہ دے سکتا ہے؟

جواب: ہاں اگر نذر مانتے وقت صحت مند تھا اور اعتکاف نہ کر سکا تو ایسی صورت میں اعتکاف کا فدیہ دے، اور حالت مرض ہی میں اعتکاف کی نذر مانی اور شفا نہ ہو سکی تو کچھ نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

واذا اوجب علی نفسہ اعتکافاً ولم یعتکف حتی مات یطعم عنہ لکل یوم نصف صاع من الحنطۃ وقد ذکرناہ وان کان

مریضاً وقت الایجاب ولم یبرأ حتی مات فلاشيء علیه. (خانیہ علی ہامش الہندیہ ۱/۲۲۵)

ترجمہ: اپنے اوپر اعتکاف واجب کیا اور اعتکاف نہ کرسکا یہاں تک کہ موت آگئی تو اس کی طرف سے ہر دن کا نصف صاع گیہوں دے، اور اگر اعتکاف کی منت مانتے وقت مریض تھا اور شفایاب نہ ہوسکا یہاں تک کہ موت آگئی تو اس پر کچھ نہیں۔

سوال: روزے رہ گئے اور اخیر عمر تک قضا نہ کرسکا تو کتنا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے یا زندگی میں کتنا فدیہ دے؟

جواب: جتنے روزے قضا ہوگئے اس طرح اندازہ کرے کہ کم نہ ہو، ان کی قضا رکھے حتی الوسع کوشش ہو کہ جلد از جلد سبکدوشی ہو جائے، پھر ان میں سے جو کچھ قضا رکھنے سے بچ گئے تو موت کے وقت ان کے فدیہ کی وصیت کر جائے۔ زندگی میں خود فدیہ اس وقت ادا کرسکتا ہے جب کہ شیخ فانی یعنی اتنا بوڑھا ہو کہ اب نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے نہ آئندہ طاقت آنے کی امید۔ (ملتقطاً فتاویٰ امجدیہ اول صفحہ ۳۹۷)

سوال: چھوٹے بچوں کو روزے کے کفارہ کا کھانا کھلایا گیا تو کفارہ ادا ہوگیا یا نہیں؟

جواب: بالغ یا قریب البلوغ بچے کو کھلایا گیا کفارہ ادا ہوگیا، چھوٹے بچے جو متوسط خوراک نہ کھاسکیں ان کو کھلانے سے کفارہ ادا نہ ہوگا۔ (فتاویٰ امجدیہ اول صفحہ ۳۹۸)

سوال: فدیہ یا کفارۂ صوم کا کھانا جو دعوت دے کر مساکین کو کھلائے جائیں تو جو مسکین ایک وقت آئے دوسرے وقت نہ آئے اس کی جگہ دوسرے مسکین کو کھلایا جاسکتا ہے؟

جواب: فدیہ یا کفارہ میں جتنے مساکین کو کھانا کھلانا ہے ان کو دونوں وقت کھلائے، اگر بعض دوسرے وقت نہ آئے تو ان کے بدلے میں دوسرے مسکین کو دو وقت کھلائے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان کے بدلے میں دوسرے مساکین کو فقط ایک وقت کھلائے

کہ اس طرح کفارہ ادا نہ ہوا، ہاں یہ ہوسکتا ہے، جو مسکین دوسرے وقت نہ آئے کسی دوسرے دن انھیں کو فقت ایک وقت کھلا دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگیا، یعنی یہ ضروری ہے کہ ہر مسکین کو دو وقت کھلائے، مگر یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی دن میں دونوں وقت ہوں، بلکہ صبح وشام، یا دو شام یا ایک دن صبح اور ایک دن شام کو کھلا دیا جائے جب بھی کفارہ ادا ہوگیا۔

مجمع الانہر میں ہے:

فلو غداهم وعشاهم او غداهم غدائين او عشاهم عشائين واشبههم جاز لان المعتبر دفع حاجة الفقير مرتين. (مختصراً فتاوی امجدیہ اول صفحہ ۹۷)

ترجمہ: اگر صبح وشام کا کھانا انھیں کھلایا یا دوبار صبح کا یا دوبار شام کا کھانا کھلایا یا اسی طرح دوبار کھلایا تو ہوگیا، کیوں کہ فقیر کی حاجت دوبار پوری کرنے کا اعتبار ہے۔

سوال: اگر تیس روزوں کا فدیہ گیہوں دینا ہو تو اس کی کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں؟

جــــواب: (۱) ایک ہی دن ایک ہی شخص کو کل تیس روزوں کا فدیہ بیک دفعہ دیں۔

(۲) ایک ہی دن تیس لوگوں کو ایک ایک روزے کا فدیہ دیں۔

(۳) ایک ہی شخص کو تیس دنوں تک ایک ایک روزے کا فدیہ دیا جائے۔

(۴) تیس روز تک الگ الگ شخص کو ایک ایک فدیہ دیا جائے۔ مگر ہر شخص کو صدقہ فطر کی مقدار پہنچنا ضروری ہے۔ اس سے کم کسی کو پہنچا تو اس روزے کا فدیہ ادا نہ ہوا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دینا ہو اس میں قول راجح عدم جواز ہے۔ **في السراجية لايجوز ان يؤدى عن صلاة لفقيرين اه وفي الدر لو أدّى للفقير أقل من نصف صاع لم يجز.** (ملتقطاً

فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/ ۵۲۷)

سوال: روزے کے کفارے اور روزے کے فدیہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: روزے کا کفارہ اس وقت دینا ہوتا ہے جب کہ روزہ رکھ کر بلا عذر عمداً توڑ دے، اس کا حکم یہ ہے کہ ساٹھ دن مسلسل روزے رکھے، اور اتنے روزے نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مساکین کو دو وقت بھر پیٹ کھانا کھلائے، یا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دو وقت کھانا کھلائے، یا بقدر صدقہ فطر دے۔ اگر ایک ہی مسکین کو کل ایک ساتھ دیدیا تو ایک ہی دن کا ادا ہوا، باقی انسٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا باقی ہے۔ یہ حکم روزے کے کفارہ کا ہے، مگر روزے کے فدیہ میں ایسا نہیں، اگر ایک ہی مسکین کو پورے تیس روزوں کا فدیہ ایک ساتھ دیدیا تو ادا ہو جائے گا۔ ہاں کئی فقیر کو دیا تو اتنا ضرور ہے کہ کسی کو ایک صدقۂ فطر سے کم نہ ملے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے: مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دینا ہو تو اس میں قول راجح عدم جواز ہے (۱۰/ ۵۲۷)۔ عالمگیری میں ہے:

ویدفع عن کل صلاۃ نصف صاع حنطۃ منوین ولو دفع جملۃ الی فقیر واحد جاز بخلاف کفارۃ الیمین وکفارۃ الظھار وکفارۃ الافطار. وفی الواجیۃ لو دفع عن خمس صلوات تسع أمنان لفقیرٍ واحدٍ ومناً لفقیرٍ واحدٍ اختار الفقیہ انہ یجوز عن أربع صلوات ولایجوز عن الصلاۃ الخامسۃ (فتاویٰ ہندیہ قضاء الفوائت ۱/ ۱۲۵)

ترجمہ: ہر نماز کا فدیہ نصف صاع گیہوں دو من ادا کرے، اگر ایک ہی فقیر کو کل ایک ساتھ دیدیا تو جائز ہے، برخلاف کفارۂ یمین و کفارۂ ظہار و کفارۂ صوم کے۔ ولوالجیہ میں ہے: اگر پانچ نمازوں کا فدیہ نو من ایک فقیر کو اور ایک من ایک فقیر کو دیا تو فقیہ کا قولِ مختار یہ ہے کہ چار نمازوں سے کفایت کرے گا، پانچویں نماز کے لیے کافی نہ ہوگا۔

سوال: روزے کے فدیہ کا مستحق کون ہے؟

جواب: اس کا مستحق وہی ہے جو صدقات واجبہ وصدقہ فطر ودیگر کفارات کا مستحق ہے۔یعنی کسی غنی، ہاشمی، کافر کو نہیں دے سکتے، غنی کے نابالغ بچوں کو نہیں دے سکتے۔ جو لوگ صاحب فدیہ کی اولاد میں ہوں ان کو نہیں دے سکتے مثلاً بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی وغیرہ، اور صاحب فدیہ جس کی اولاد میں ہے اس کو بھی نہیں دے سکتے جیسے: ماں باپ دادا دادی نانا نانی۔ یوہیں نوکروں کو اجرت میں نہیں دے سکتے۔ باقی اقربا مثلاً بھائی بہن، چچا ماموں خالہ پھوپھی بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی کو دے سکتے ہیں جب کہ اور موانع نہ ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۵۲۸/۱۰)

سوال: کیا فدیہ میں کپڑا یا دیگر سامان دے سکتے ہیں؟

جواب: ہاں دے سکتے ہیں۔ چار چیزیں جو منصوص ہیں ان کو ادا کرنے میں قیمت کا اعتبار نہیں یعنی گیہوں، جو، کھجور اور کشمکش، ان میں جتنا وزن شرعاً واجب ہے (گیہوں میں نصف صاع باقی میں ایک صاع) اسی قدر دینا ہوگا۔ان کے علاوہ اشیاء سے فدیہ دینا چاہے تو قیمت کا اعتبار ہوگا۔ لان القیمة انما تعتبر في غیر المنصوص علیه ۔مثلاً کپڑا، کتاب، چاول دال وغیرہ دینا چاہے تو ان چاروں منصوص میں سے کسی کی قیمت کے اعتبار سے دے سکتے ہیں، مثلاً ایک صاع کھجور یا کشمش گراں ملتی ہے اور ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت اس کے مقابل کم ہے تو اس قدر گیہوں یا جو کی قیمت کا کپڑا یا کتاب دیدے تو بھی ادا ہو جائے گا۔(ملخصاً فتاویٰ رضویہ ۵۳۰/۱۰)

سوال: فدیہ میں صدقہ فطر کی قدر غلہ دینا افضل ہے اس کی قیمت؟

جواب: قیمت دینا افضل ہے، اور قحط کے دوران غلہ دینا بہتر ہے۔ درمختار میں ہے:

دفع القیمة ای الدراهم افضل من دفع العین علی المذهب المفتی به جوهره وبحر عن الظهیریة وهذا فی السعة

اما فی الشدة فدفع العین افضل۔(ملخصاً فتاویٰ رضویہ ۱۰/۵۳۰)

ترجمہ: قیمت یعنی دراہم دینا مذہب مفتی بہ پر سامان دینے سے افضل ہے، مگر یہ کشادگی کے ایام میں، ورنہ قحط کے دوران سامان دینا بہتر ہے۔

سوال: اگر کسی فقیر کے ذمہ زید شیخ فانی کے روپے باقی ہیں، وہ فدیہ میں اس رقم کو معاف کردے تو فدیہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: یوں فدیہ ادا نہ ہوگا، اس کے ذمہ تصدق واجب ہے اور دین عین کا بدل نہیں ہوسکتا۔ ہاں یوں کرسکتا ہے کہ اس قدر رقم جس سے اس کا فدیہ ادا ہوجائے اس فقیر کے حوالہ کردے، پھر اپنے قرض میں اس سے وصول کرلے۔

سوال: فدیہ دیتے وقت کیا فدیہ کی نیت ہی کافی ہے؟ یا فدیہ کہہ کر دینا ہوگا؟

جواب: فدیہ دینے والے کی نیت ہی کافی ہے، بتانا کچھ ضرور نہیں، بلکہ کسی اور نام سے دے یعنی عیدی، تحفہ وغیرہ تو بھی فدیہ ادا ہوجائے گا۔ مگر زبان سے کہہ دینے کو بھی علماء مناسب بتاتے ہیں، یہاں تک کہ طریقہ ادا میں میت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے: یہ مال تجھے فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی نمازوں کے فدیہ میں دیا، وہ کہے میں نے قبول کیا۔

شرح نقایہ قہستانی میں ہے:

ینبغي أن یقول الدافع للمسکین فی کل مرة انی ادفعک مال کذا لفدیة صوم کذا لفلان بن فلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلته.

ترجمہ: مسکین کو دینے والے کو ہر بار یوں کہنا چاہیے: میں تمہیں اتنا مال اتنے روزے کے فدیہ کے لیے دیتا ہوں فلاں بن فلاں بن فلاں متوفی کی طرف سے، اور اس کے جواب میں مسکین بولے: میں نے اسے قبول کیا۔

مگر یہ طریقہ بہتر ہے، ضروری نہیں، اس کے بغیر بھی فدیہ ادا ہوجائے گا۔ (ملتقطاً

فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰/۵۴۴)

سوال: آج کل رائج وزن سے روزے کے فدیہ کی مقدار کتنی ہے؟

جواب: ایک روزے کا فدیہ دوکلوسینتالیس گرام (2.047) گیہوں، یا چار کلو چورانوے (4.094) گرام جَو یا کھجور یا کشمش یا ان میں سے کسی کی قیمت۔

سوال: روزے نماز کا فدیہ اپنے ہی علاقے میں دے یا دوسری جگہ کے فقراء کو بھی دے سکتا ہے۔

جواب: دور یا قریب کے کسی فقیر کو دے فدیہ ادا ہو جائے گا، ہاں بہتر ہے کہ اپنے علاقے کے فقراء کو دے، اگر دور والے زیادہ محتاج ہوں تو ان کو بھی دے سکتا ہے۔ ہاں قرابت دار محتاجوں کو دینا افضل ہے اگرچہ دور ہوں۔

سوال: مریض کو بیماری سے موقع نہ ملا کہ قضا رکھ سکے اور اسی مرض میں موت ہوگئی تو کیا وقت موت فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے؟ اور موقع ملا تو کیا حکم ہے؟

جواب: مریض کو اتنا موقع نہ ملا کہ روزوں کی قضا رکھ سکے تو وقت موت اس پر وصیت واجب نہیں، پھر بھی اگر وصیت کر جائے تو تہائی مال میں جاری ہوگی۔ اور اگر اتنا موقع ملا کہ قضا روزے رکھ لیتے مگر نہ رکھے تو وصیت کر جانا واجب ہے، اور عمداً نہ رکھے ہوں تو بدرجہ اولیٰ وصیت کرنا واجب ہے۔ اور وصیت نہ کی بلکہ ولی نے اپنی طرف سے دیدیا تو بھی جائز ہے مگر ولی پر دینا واجب نہ تھا۔ (ملخصاً بہار شریعت ۵/۱۳۲)

سوال: شیخ فانی روزے کے فدیہ کی وصیت کر گیا، یہ وصیت اس کے کتنے مال میں نافذ ہوگی اس کے وارث ہوں یا نہ ہوں؟

جواب: میت کا وارث ہو تو اس کی وصیت تہائی مال میں جاری ہوگی، اور اگر وارث نہ ہوں اور سارے مال سے فدیہ ادا ہوتا ہو تو سب فدیہ میں صرف کر دینا لازم ہے۔ یو ہیں اگر وارث صرف شوہر یا زوجہ ہے تو تہائی نکالنے کے بعد ان کا حق دیا جائے، اس کے

بعد جو کچھ بچے اگر فدیہ میں صرف ہوسکتا ہے تو صرف کر دیا جائے گا۔ (ملخصاً بہار شریعت پنجم ۱۳۳)

سوال: مریض کو افاقہ کے بعد اتنے ایام نہ ملے جتنے روزے چھوٹے تھے تو اسے کتنے روزوں کے فدیہ کی وصیت کرنی ہوگی؟

جواب: اس پر صرف اتنے ہی روزوں کے حق میں وصیت کرنا واجب ہے جن پر قادر ہوا تھا، مثلاً دس قضا ہوئے تھے اور عذر جانے کے بعد پانچ پر قادر ہوا تھا کہ انتقال ہو گیا تو پانچ ہی کی وصیت واجب ہے۔ (ملخصاً بہار شریعت پنجم ۱۳۳)

سوال: میت پر صدقہ فطر یا زکاۃ واجب تھی ادا نہ کر سکا اور وارثین اس کا فدیہ دینا چاہیں تو کتنا دیں؟

جواب: صدقہ فطر اور زکاۃ کا بدل دینا چاہیں تو اسی قدر ہے جتنی اس کے ذمہ واجب تھی اور ادا نہ کر سکا۔ (ملخصاً بہار شریعت پنجم ۱۳۳)

سوال: کیا فدیہ دینے میں فقیر کو اس کا مالک بنانا ضروری ہے؟

جواب: فدیہ میں تملیک شرط نہیں بلکہ اباحت بھی کافی ہے، لہٰذا فقیر کو گھر بلا کر دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلا دیا تو بھی ایک روزے کا فدیہ ہو گیا۔

سوال: کیا ضروری ہے کہ جتنے فدیے ہوں اتنے ہی مساکین کو دے؟

جواب: یہ ضرور نہیں کہ جتنے فدیے ہوں اتنے ہی مساکین کو دے، بلکہ ایک مسکین کو کئی دن کے فدیے دے سکتے ہیں۔ (ملخصاً بہار شریعت پنجم ۱۳۳)

سوال: کسی نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی اب ہمیشہ روزہ رہے تو بسر اوقات مشکل ہو جائے گی تو کیا فدیہ دے سکتا ہے؟

جواب: ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور برابر روزے رکھے تو کوئی کام نہیں کر سکتا جس سے بسر اوقات ہو، اس صورت میں اسے بقدرِ ضرورت افطار کی اجازت

ہے، اور ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دے، اور اس کی بھی قوت نہ ہو تو استغفار کرے۔ (بہار شریعت پنجم صفحہ ۱۳۴)

سوال: مریض نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی منت مانی مگر صحت نہ ہوئی کہ مر گیا تو اب کیا حکم ہے؟ یو ہیں صحتمند نے منت مانی اور اتنے ایام نہ ملے کہ موت آ گئی تو کیا حکم ہے؟

جواب: مریض نے ایک ماہ روزہ رکھنے کی منت مانی اور افاقہ نہ ہوا تھا کہ مر گیا تو اس پر کچھ نہیں، اور اگر ایک دن کے لیے بھی اچھا ہو گیا تھا اور روزہ نہ رکھا تو پورے مہینے بھر کے فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے۔ اور اس دن روزہ رکھ لیا جب بھی باقی دنوں کے لیے وصیت چاہیے۔ یو ہیں اگر تندرست نے منت مانی اور مہینہ پورا ہونے سے پہلے مر گیا اس پر بھی وصیت کرنا واجب ہے، اور اگر رات میں منت مانی تھی اور رات میں ہی مر گیا جب بھی وصیت کر دینی چاہیے۔ (ملخصاً بہار شریعت پنجم ۱۴۵)

نماز کا فدیہ

سوال: نماز کا فدیہ کیا ہے؟

جواب: ہر نماز کا فدیہ ایک صدقہ فطر کی مقدار ہے، یعنی ہر روز کی پانچ فرض نمازیں اور ایک وتر نماز، تو ہر روز کی کل چھ نمازیں ہوئیں۔ درمختار میں ہے:

وفدية كل صلاة ولو وتراً كما مر في قضاء الفوائت كصوم يوم على المذهب ، يطعم عنه لكل يوم كالفطرة (درمختار مع ردالمحتار ۳/۴۰۹)

ترجمہ: ہر نماز کا فدیہ اگرچہ وتر ہی کیوں نہ ہو ایک دن کے روزے جیسا ہے، اس کی طرف سے ہر دن کی نمازوں کے بدلے صدقہ فطر کی مقدار کھلائے۔

سوال: کیا دیگر واجبات جو ذمہ میں رہ گئے اور ادا نہ ہو سکے ان کا بھی فدیہ ہے؟

جواب: ہاں جملہ واجبات جن کو ادا نہ کرسکا اور وقت موت آ گیا تو ان کے فدیہ کی وصیت کرے۔

سوال: روزے اور نماز کے فدیہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: روزے کا فدیہ منصوص ہے، اور نماز کا غیر منصوص۔ روزے کا فدیہ ادا کردے تو یقین ہے کہ کافی ہوگا، اور نماز کا فدیہ ادا کردیا جائے تو گمان ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا، جزم نہیں۔

سوال: پوری زندگی کا فدیہ دینا ہو تو اس کا حساب کیسے کیا جائے؟

جواب: فرض کیجیے زید نے بہتر سال کی عمر میں وفات پائی بارہ برس نابالغی کے نکال دیجیے، ساٹھ برس رہے، ہر سال قمری کبھی تین سو پچپن دن سے زائد نہیں ہوتا تو یہی 355 کافی ہیں، ہر روز کی چھ نمازیں پانچ فرائض پنجگانہ ایک وتر۔ ایک سال قمری یعنی تین سو پچپن دنوں کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس فدیے ہوئے، اور تیس فدیے رمضان المبارک کے ملا کر 2160 فدیے ہوئے، ساٹھ سال کے فدیے کے لیے ان کو ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو ہوتے ہیں (129600)۔ یہ صرف صوم وصلاۃ کے فدیے ہوئے۔ اب نصف صاع گیہوں سے وارث وفقیر میں تصدق وہبہ کی الٹ پھیر کریں تو اتنی بار ہونی چاہیے کہ کل فدیہ ادا ہو، زائد گیہوں سے کریں تو کم بار الٹ پھیر ہو، اور قیمت پر بنائے کار رکھیں کہ ایک تھیلی میں نقدی، قیمتی زیورات جواہر رکھ کر دور کریں تو قیمت کے اعتبار سے کم ہی بار دور کرنا پڑے اور کل فدیہ ادا ہو جائے۔ (ملخصاً فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۰ صفحہ ۵۴۰ تا ۵۴۳)

سوال: جس کی نمازیں رہ گئیں وہ وقت موت نمازوں کے فدیہ کی وصیت کر جائے تو اس کا فدیہ کیسے ادا کیا جائے؟

جواب: جس کی نمازیں قضا ہو گئیں اور انتقال ہو گیا تو اگر وصیت کر گیا اور مال بھی چھوڑا تو اسکی تہائی سے ہر فرض ہر وتر کے بدلے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو

تصدق کریں، اور مال نہ چھوڑا اور ورثہ فدیہ دینا چاہیں تو کچھ مال اپنے پاس سے یا قرض لے کر تصدق کر کے اس کے قبضہ میں دیں، اور مسکین اپنی طرف سے اسے ہبہ کر دے، اور یہ قبضہ بھی کر لے پھر یہ مسکین کو دے یو ہیں لوٹ پھیر کرتے رہیں یہاں تک کہ سب کا فدیہ ادا ہو جائے، اور اگر مال چھوڑا مگر وہ نا کافی ہے جب بھی یہی کریں، اور اگر وصیت نہ کی اور ولی اپنی طرف سے بطور احسان فدیہ دینا چاہے تو دے، اور اگر مال کی تہائی بقدر کافی ہے اور وصیت یہ کی کہ اس میں سے تھوڑا لیکر لوٹ پھیر کر کے فدیہ پورا کرلیں اور باقی کو ورثہ یا اور کوئی لے لے تو گنہگار ہوا۔ (بہار شریعت چہارم صفحہ ۴۷)

سوال: میت کی نماز ولی پڑھے تو کافی ہوگی؟

جواب: نہیں کافی نہ ہوگی، کسی کی نماز دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔

سوال: کیا نماز کا فدیہ زندگی میں ہی دینا کافی ہے؟

جواب: کسی معذور نے زندگی میں ہی نماز کا فدیہ دیا تو کافی نہیں۔

سوال: کیا زندگی بھر کی نمازوں کے فدیہ کی قیمت لگا کر سب کے بدلے قرآن مجید دینے سے فدیہ ادا ہو جائے گا۔؟

جواب: نہیں، نمازوں کے فدیہ کی قیمت لگا کر سب کے بدلے میں قرآن مجید دیدینے سے کل فدیہ ادا نہیں ہوتا، یہ محض بے اصل بات ہے، بلکہ صرف اتنا ہی ادا ہوگا جس قیمت کا مصحف شریف ہے۔ (ملخصاً بہار شریعت چہارم صفحہ ۴۸)

سوال: فدیہ یا صدقہ فطر میں کئی طرح کی چیزیں کیوں رکھی گئی ہیں؟ اگر سارے لوگوں کو ایک ہی چیز دینا ہوتا تو اس طرح اتحاد کا ایک مظاہرہ بھی ہوتا۔

جواب: کسی مالی وجوب میں ایک چیز ہی متعین کر دینے سے حقیقت میں وہ کام مشکل ہو جاتا ہے، اور چند چیزیں بتا دی جائیں کہ ان میں جو چاہو ادا کر دو اس سے عوام کے لیے بہت آسانی ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کھجور، کشمش، جو اور گندم میں سے صرف

کھجور متعین کردی جائے تو دنیا کے چند ممالک بشمول عرب جہاں کھجور کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے ان کے لیے تو آسانی ہوتی مگر باقی دنیا کے مسلمانوں کے لیے مشکل ہوجاتی، اور کھجور کی گراں قیمت کے سبب بعض لوگوں پر اس کا صدقہ فطر ادا کرنا دشوار ہوجاتا، یہی حال کشمش کا بھی ہے، ان دونوں کے مقابل گندم اور جو سستے ہوتے ہیں جن سے یہ فائدہ ہے کہ کھجور اور کشمش کی جگہ گندم اور جو عام لوگوں کے استعمال کی چیز ہے، غریبوں کو ضرورت کی چیز مفت ہاتھ آجائے تو ان کے لیے بہت آسانی ہوگی۔ چار چیزوں میں سے جو سب سے سستی ہوتی ہے لوگ اسی سے صدقہ فطر ادا کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں اس طرح اگرچہ چند چیزیں رکھی گئی ہیں مگر لوگ ایک ہی سے صدقہ فطر ادا کرتے ہیں، اگر اس طرح اتحاد کا مظاہرہ ہوسکتا ہے تو وہ ہو رہا ہے۔

سوال: عورت کو حیض اور دیگر اعذار کے سبب دس بیس روزے چھوٹ گئے تو کیا وہ فدیہ دے سکتی ہے کہ اتنے روزے رکھنے میں دشواری ہے۔

جواب: فدیہ صرف شیخ فانی کے لیے ہے، یعنی روزہ رکھنے سے جس کا دائمی عجز متحقق ہو چکا ہو، اسی کو حکم ہے کہ فدیہ دے۔ خواتین کی آسانی کے لیے چھوٹے ہوئے روزوں کے فدیہ کی اجازت دے دی جاتی تو خواتین روزہ چھوڑنے کی عادی ہوجاتیں۔ رہی یہ بات کہ دس بیس روزہ رکھنے میں دشواری ہے' یہ بات معقول نہیں، اس لیے کہ اتنے روزے رکھنے کے لیے اس کے پاس اگلے رمضان شریف تک گیارہ مہینے کی گنجائش موجود ہے، اتنے مہینوں میں دس بیس روزے رکھ لینا اس خاتون کے لیے کیا بڑی بات ہے۔

تم بحمداللہ تعالیٰ

۲۱ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کو اِس رسالہ کی ترتیب شروع ہوئی، اور آج ۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کو تکمیل کو پہنچا۔ فالحمد للہ علی ذلک اولاً وآخراً والصلاۃ والسلام علی حبیبہ الکریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین . اللھم اجعلھا لنا برکۃ فی الدنیا وذخرۃ فی الآخرۃونفعاللعباد ونجاۃ للبلاد من الوباء بحرمۃ النبی الامي دافع البلاء علیہ وعلی آلہ افضل التحیۃ والثناء .

فیضان المصطفیٰ قادری غفرلہ